بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

پاکستان کے تین سچے بہی خواہ جو تحریکِ اقامتِ دین کی سربراہ کاری کے جرم میں حوالۂ زنداں کئے گئے تھے ان کی خدمات سے ملک و ملّت کو محروم ہوئے آج ایک سال پانچ ماہ کا عرصہ پورا ہو چکا ہے۔

یہ حضرات جس جرم کے مجرم تھے اور ہیں، وہ ہمیشہ — تاریخ کے ہر دور میں — ایک ایسا جرم رہا ہے جس کو صبر و سکون سے کبھی گوارا نہیں کیا گیا، بلکہ اس جرم کے مجرموں کا استقبال ہمیشہ سامانِ دار و گیر ہی سے کیا گیا ہے۔ خدا کے دین کو ایک نظامِ زندگی کی حیثیت سے قائم کرنے کا عَلَم جب بھی کسی بندۂ حق نے اٹھایا ہے تو اس کا راستہ روکنے کے لئے حکومت، سرمایہ داری اور جامد مذہبیت کی مختلف طاقتیں دوش بدوش کھڑی ہو گئی ہیں۔ پھر "صد عن سبیل اللّٰہ" کا کارِ خیر انجام دینے کی سعادت کفار و مشرکین ہی کے لئے خاص نہیں رہی، بلکہ خدا، اس کے رسولوں، اور اسکی کتابوں پر ایمان لانے کا دعویٰ رکھنے والوں نے بھی اس "جہاد" میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ بنی اسرائیل کی پوری تاریخ — اور بنی اسرائیل ہی پر کیا موقوف ہے، خود ہماری اپنی تاریخ — اس قسم کی بے شمار مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

مگر مسلمان جب کبھی اقامتِ دین کے علمبرداروں پر حملہ کرتا ہے تو سامنے سے نہیں کرتا، بلکہ پہلو سے وار کرتا ہے۔ وہ اس جرم کے مجرموں کا اصل جرم کبھی زیرِ بحث نہیں لاتا، بلکہ طرح طرح سے الزام تراشیاں کرتا ہے تاکہ اس کی اسلام دوستی کا بھرم نہ کھل جائے۔ اس نے امام حسینؓ کے خلاف تلوار اٹھائی، اس نے امام مالکؒ کو کوڑوں سے پیٹا، اس نے امام احمدؒ بن حنبل پر تشدد کیا، اس نے امام ابو حنیفہؒ کو حوالۂ زنداں کیا اور زہر کا جام پلایا، اور پھر اس نے مجدد الف ثانی کو قلعہ گوالیار میں نظر بند کیا، لیکن چونکہ وہ مسلمان تھا اسلئے اس نے کبھی نہیں کہا کہ میں جو زیادتیاں کر رہا ہوں یہ اس لئے کر رہا ہوں کہ میرے حریفِ اسلام کو برسرِ اقتدار لانا چاہتے ہیں اور انکی کوششوں سے مجھے خطرہ ہے کہ میری بنی بنائی دنیا بگڑ جائیگی — بلکہ اس نے اسلام

کا سچا سرپرست بن کر اور مسلمانوں کا حقیقی خیر خواہ بن کر ہمیشہ اعلان کیا ہے کہ یہ لوگ انتشار پھیلاتے ہیں، سلطنت کی تخریب کرتے ہیں، رعایا کی وفاداریوں میں خلل ڈالتے ہیں اور یہ لوگ اقتدار کے حریص ہیں۔

آج بھی تاریخ اس بار بار کی دہرائی ہوئی کہانی کو بانداز نو دوہرا رہی ہے!

مولینا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولینا امین احسن اصلاحی اور میاں طفیل محمد تینوں کے بارے میں عوام الناس یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ان کا کونسا جرم ایسا ہے جس کی سزا ان کو مل رہی ہے۔ اس سلسلے میں حکومت کی طرف سے جو پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے، اس کی قلعی تو قریب قریب کھل چکی ہے اور لوگ اصل حقیقت کی تہ تک پہنچ چکے ہیں۔ ارباب حکومت کے اختلافی بیان نے خود ہی اس کی پوزیشن کو کھول کر دیا ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمایئے کہ علی الترتیب کیا کیا الزام تراشیاں کی جاتی رہی ہیں:-

(۱) سب سے پہلے تو "ڈان" کراچی (۲۷ مئی ۱۹۴۸ء) کی اس خبر کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس میں اس کے نمائندہ خاص نے مولینا مودودی اور جماعت اسلامی کے بارے میں حکومت کی تشویش کا حال معلوم کر کے پبلک کے سامنے پیش کیا تھا۔

"گذشتہ دنوں حکومت پاکستان کے اہم ترین محکمہ کے چند ملازمین نے جو جماعت اسلامی کے پیرو ہیں، یہ مطالبہ کیا کہ محکمہ کا نظم و نسق خالص اسلامی طریق پر چلایا جائے۔ اس واقعہ نے حکومت کی توجہ مولانا مودودی کی جانب مبذول کرائی، اور اب ان کی جماعت کے خلاف سخت کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔"

یہ خبر "استقلال" کے حوالے سے لاہور اور پشاور کے اخبارات نے بھی شائع کی تھی اور حکومت کی طرف سے اس کی کوئی تردید نہیں ہوئی۔ بعد کے واقعات بھی اس خبر کے عین مطابق نکلے۔ ان وجوہ سے یہ خبر جماعت اسلامی اور ہمارے اکابر کی کشمکش . . . . . . کی اصل حقیقت کی طرف بہت ہی واضح رہنمائی کرتی ہے۔ اس خبر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کو اصل شکایت اس سے پیدا ہوئی کہ اسلامی طریق پر نظم و نسق چلانے کا مطالبہ اس جماعت اور اس کے لیڈر کے ذریعے دور دور تک پھیلنے لگا ہے لیکن بعد میں حکومت نے متنازعہ

پر مختلف پردے ڈالنے کی کوششیں کیں۔

(۲) مولانا کی گرفتاری سے قبل مسئلہ کشمیر کا ہنگامہ بپا کیا گیا اور اس کام کے لئے ایک منظم سازشی طریق کار اختیار کیا گیا جس کے چند اہم اجزا یہ تھے:-

ا: ایک نیم سرکاری آدمی کو مولانا مودودی سے پرائیویٹ گفتگو کرنے کے لئے بھیجا گیا۔

ب: کارِ خاص کے اس آدمی نے مولانا کی گفتگو میں تحریف کر کے مولانا کی تنبیہ کے خلاف اسے شائع کیا۔

ج: مولانا کے بیان کردہ شرعی مسئلہ میں تصرف کر کے اسے آزاد کشمیر ریڈیو سے بار بار نشر کیا جاتا رہا۔

د: بہت سے اخبارات اور مساجد کے خطیبوں کو مولانا مودودی کے خلاف اشتعال پیدا کرنے کے منصوبے میں استعمال کیا گیا۔

ر: محکمہ تعلقات عامہ نے جماعت اسلامی اور اس کے لیڈر کے خلاف رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے ایک طرف بیشمار پوسٹر شائع کئے اور دوسری طرف اس کے کارکنوں نے دیہات میں گھوم کر خوب پروپیگنڈہ کیا۔

س: "کوثر" اور "تسنیم" کو عین اسی زمانے میں بند کیا گیا تاکہ مولانا مودودی غلط فہمیوں کو صاف کرنے کے لئے پریس کی قوت سے مدد نہ لے سکیں۔

ص: مولانا کی طرف سے ۴ ستمبر کو جموں ریڈیو کے پروپیگنڈے کے مقابلے میں ایک تردیدی بیان ریڈیو پاکستان لاہور کو روانہ کیا گیا لیکن اسے نشر نہیں کیا گیا۔

اسی سازشی پروگرام کے تحت مولانا کی گرفتاری کے لئے جو فضا بنائی گئی تھی وہ مورخہ [illegible] کو ختم ہو گئی جب کہ حکومت نے اپنے اعلان مورخہ ۹ ستمبر ۴۸ء کی رو سے کشمیر میں اپنی فوجوں کی موجودگی کا اعتراف کر لیا اور انڈین یونین سے عملاً برسرِ جنگ ہونے کی پوزیشن اختیار کر لی، اور اس کے اس اعلان کے فوراً بعد جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ نے حکومت کی نئی پوزیشن کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے یہ اعلان کر دیا کہ اب پاکستان کے شہریوں کے راستے

لہ اس مسئلے کے متعلق پوری تفصیلات ترجمان القرآن جلد ۳۲ شمارہ ۴ کے رسائل و مسائل میں پیش کی جا چکی ہیں اور عنقریب رسائل و مسائل کا یہ حصہ علیحدہ پمفلٹ کی صورت میں بھی شائع کیا جا رہا ہے۔

سے وہ شرعی رکاوٹ دُور ہوگئی ہے جس کے ہوتے ہوئے وہ اپنے کشمیری بھائیوں کے بچاؤ کی جنگ میں براہِ راست حصّہ نہیں لے سکتے تھے۔

لیکن اس تغیّرِ حالت کے باوجود حکومت کے افسر اور ملازمین اپنی پرائیویٹ صحبتوں میں مولینا مودودی کے خلاف برابر پروپیگنڈہ کرتے رہے اور جب اس کے ۲۰، ۲۲ روز بعد مولانا کی گرفتاری عمل میں لائی گئی تو بھی اِن کی طرف سے نجی طور پر یہی کہا جاتا رہا کہ یہ گرفتاری مسئلۂ کشمیر کی وجہ سے ہوئی ہے۔

(۳) حکومت کے افسر اور ملازم نجی طور پر تو مسئلۂ کشمیر کو بنائے نزاع قرار دے رہے تھے لیکن خود حکومت نے گرفتاری کے موقعہ پر جو بیان دیا اس میں مسئلۂ کشمیر کا کوئی ذکر نہیں تھا بلکہ اس میں دو الزامات عائد کئے گئے تھے۔ ایک یہ کہ مولینا مودودی پاکستان کے دفاع کو کمزور کر رہے تھے اور لوگوں کو بھرتی سے روکتے تھے، دوسرے یہ کہ ملازمینِ حکومت کی وفاداریوں کو متزلزل کر رہے تھے۔ ان الزام تراشیوں کی حقیقت بھی ہم بارہا واضح کر چکے ہیں۔ یہاں اس سے بحث نہیں کہ ان میں صداقت کتنی تھی، بلکہ ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مختلف مواقع پر کس طرح مختلف الزام گھڑے جاتے رہے ہیں۔

(۴) پھر قرار دادِ مقاصد پر بحث کرتے ہوئے دستور ساز کے اجلاس میں ایک غیر مسلم ممبر نے ہمارے اداریے سے یہ معلوم کرنا چاہا کہ آپ خود اپنے غیر مسلم اقلیتوں کے لئے اسلامی حکومت میں جو حقوق دے رہے ہیں، ان کے متعلق خود اسلام کی تعلیمات کیا ہیں ۔۔۔ اور اس سلسلے میں اُس نے "اسلام کا نظریۂ سیاسی" (مؤلفہ سید ابوالاعلیٰ مودودی) کا ایک اقتباس پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایک مستند عالمِ دین کی لکھی ہوئی کتاب ہے اور اس میں صراحۃً یہ بتایا گیا ہے کہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کو نظم و نسق کے کلیدی مناصب نہیں دیئے جا سکتے۔ اس پر وزارتی بنچوں سے سردار عبدالرب جیسا ذمہ دار شخص اٹھ کر اس غیر مسلم ممبر کو جواب دیتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ جانتے ہو اس کتاب کا مصنف کس حال میں ہے؟ ۔۔۔ اُسے تو زندان میں ڈالا جا چکا ہے۔

بغیر اس کے کہ اس جملے کو کوئی غلط معنی پہنانے کی مصنوعی کوشش کی جائے، اس سے خود بخود فوری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ "اسلام کا نظریۂ سیاسی" میں جو خیالات پیش کئے گئے ہیں وہ ایسے تھے کہ حکومت پاکستان کی نگاہ میں انکے لکھنے والے کے خلاف تعزیری کارروائی کرنا ضروری تھا، اور یہ کہ مولینا مودودی کی گرفتاری

انہی خیالات کی وجہ سے عمل میں آئی ہے۔

اس ایک فقرے نے پچھلی ساری الزام تراشیوں کا وزن ختم کر دیا۔

(۵) اس کے بعد آخری مرتبہ جو تازہ اضافہ مولانا مودودی اور ان کے رفقاء کی میعادِ نظر بندی میں کیا گیا ہے، اس کو حق بجانب ثابت کرنے کیلئے جو بیان پبلک کے سامنے رکھا گیا ہے، اس میں ان حضرات کے متعلق متعین طور پر کوئی الزام عائد کیا ہی نہیں گیا، بلکہ ملعون مغربی ڈپلومیسی کا انداز اختیار کرتے ہوئے عوام الناس کو مغالطہ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہ یوں کہ پہلے سیفٹی ایکٹ اور سیفٹی آرڈیننس کے استعمال کو جائز ثابت کرنے کے لئے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان قوانین کو برقرار رکھنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ کچھ لوگ غیر ملکی طاقتوں سے ساز باز رکھتے ہیں اور پاکستان میں جاسوسی کرتے ہیں، وغیرہ ـــ اور ایسے لوگوں سے نمٹنے کیلئے ان قوانین کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ یہ بات کہنے کے بعد دوسری حقیقت یہ بیان کی گئی ہے کہ ہم بڑی ہی احتیاط سے ان قوانین کو ان کے صحیح محل استعمال پر ہی استعمال کرتے ہیں یعنی صرف غیر ملکی ایجنٹوں اور جاسوسوں ہی پر ان کے تحت ہاتھ ڈالتے ہیں۔ اور پھر اس کے بعد یہ ارشاد ہوتا ہے کہ اس محتاط استعمال کی وجہ سے صرف تین کمیونسٹ اور تین جماعت اسلامی کے افراد ـــ کل چھ ـــ نظر بند ہیں۔

اس بیان میں نہایت چالاکی سے مولانا مودودی اور ان کے رفقاء پر دشمن کی جاسوسی اور غیر ملکی طاقتوں سے ساز باز کا الزام عائد کیا گیا ہے کہ ان مظلومین کے خلاف شکوک و شبہات اور غلط فہمیاں تو خوب پیدا ہوں لیکن اگر اس بیان کو عدالت یا پریس میں چیلنج کیا جائے تو بات یوں ٹالی جا سکے کہ ان حضرات کے متعلق تو کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی، وہ تو ہم نے سیفٹی قوانین کی اہمیت کے بارے میں ایک عام اصولی چیز بیان کی تھی۔ بہرحال اس بیان میں ایک نیا الزام چپکنے کی خیر دیانتدارانہ کوشش کی گئی ہے، یہ الگ بات ہے کہ۔

لہ یہ کتنی زیادتی ہے کہ کچھ لوگوں کو تحفظ پاکستان سے تعلق کرکے اور ان کو الزام تراشیوں کا جواب دینے کی قدرت سے محروم کرکے ذرا بیٹھے عوام میں غلط فہمیاں پھیلائی جائیں۔ پھر ستم کی انتہا یہ ہے کہ مولانا مودودی نے اس مغالطہ انگیز بیان کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے جو ذرا بھی جیل سے حکومت کے چیف سیکرٹری کو لکھا ہے۔ اسے مولانا کی خواہش کے خلاف پبلک کے سامنے لانے کے بجائے سیکرٹریٹ کے تہ خانوں میں دفن کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسے ناکام بنا دیا اور مطلوبہ غلط فہمی نہ پھیل سکی۔

(۶) پھر اس کے بعد کراچی کے سرکاری حلقوں میں اندر ہی اندر ایک افواہ پھیلائی گئی کہ مولینا مودودی جیل سے جو خطوط لکھتے رہے ہیں وہ بڑے سخت ہیں اور نظر بندی میں اضافہ کی اصل وجہ یہی خطوط ہیں۔[1]

(۷) لائل پور میں وزیر داخلہ کی خدمت میں چند اسلام دوست اصحاب حاضر ہوئے اور انہوں نے دریافت کیا کہ آخر مولینا مودودی کی رہائی میں انکا کونسا قصور حائل ہے۔ جواباً ارشاد ہوا کہ مولینا مودودی تو خیر، ان کا خلیفہ (یعنی میاں طفیل محمد سابق قیم جماعت اسلامی) بڑا خراب آدمی ہے۔

(۸) ان ساری الزام تراشیوں پر معاملہ بس نہیں کر گیا، بلکہ "مقطع کا بند" وہ آخری الزام ہے جو وزیر اعظم پاکستان نے مشرقی پاکستان کے گذشتہ دورے میں مقام ڈھاکہ مولانا مودودی پر عائد فرمایا ہے۔ ہماری رائے میں یہ الزام اصل بنائے نزاع کو بہت صفائی سے سامنے لے آتا ہے۔ بدیں وجہ اس پر تفصیلی کلمات عرض کرنے کی ضرورت ہے۔

مشرقی پاکستان میں دینی جذبہ نسبتہً زیادہ پائی جاتی ہے اور اس وجہ سے وہاں علماء دین کی اہمیت سیاسی معاملات میں خاصی ہے۔ پھر وہاں کے علماء مطالبہ اسلامی نظام کے مخلص مؤید رہے ہیں اور وہ اسلامی قانون کے نفاذ کے لئے بہرحال بے چین ہیں۔ خصوصیت سے مشرقی پاکستان کی جمعیت علمائے اسلام سید ابوالاعلیٰ مودودی کو مطالبہ نظام اسلامی کے محرک کی حیثیت سے قدر کی نگاہوں سے دیکھتی ہے۔ وہ جمعیت کے تنفیذ کے اکثر ذمہ دار علماء یہ جانتے ہیں کہ مولینا کی نظر بندی کی اصل وجہ کیا ہے۔ چنانچہ جب وزیر اعظم اکتوبر ۱۹۶۴ء میں ڈھاکہ تشریف لے گئے تو یہ وہ وقت تھا کہ انکی حکومت کو مولانا مودودی اور انکے رفقاء کی میعاد نظر بندی میں تازہ ترین اضافہ کئے ہوئے چند ہی روز گذرے تھے۔ اس موقع پر علماء کے دل خاص طور پر متاثر تھے۔ چنانچہ جمعیت علمائے اسلام کا ایک وفد وزیر اعظم صاحب سے ۱۵۔ اکتوبر کو ملا۔ اس وفد کی طرف سے گفتگو کے دوران میں یہ سوال اٹھایا گیا کہ مولینا مودودی کو کیوں رہا نہیں کیا جاتا۔ جواباً وزیر اعظم فرماتے ہیں:

---

[1] یہ سارے خطوط مولانا کے اعزہ اقرباء کے پاس محفوظ ہیں اور عند الضرورت ہم ان کو شائع بھی کر سکتے ہیں۔ ان میں جذبہ حمیت حق اور صبر و استقامت کی اسپرٹ کے سوا کسی چیز کا مظاہرہ نہیں ہے جس پر گرفت کی جا سکے۔

"ابھی نہیں" ——————— "وہ انتشار پھیلاتے ہیں۔"

ظاہر بات ہے کہ حضرات علماء کے لئے یہ جواب اطمینان بخش نہیں تھا۔ وہ محض لفظ "انتشار" پر تو کوئی حکم نہیں لگا سکتے تھے، بلکہ اس کا کوئی متعین مفہوم سامنے آنا چاہیے تھا۔ چنانچہ دو چار جملوں کے بعد انہوں نے پھر سوال کیا کہ آخر مولانا مودودی کا جرم کیا ہے؟ جواباً ارشاد ہوا کہ:

"میں نے کہا ناں کہ مولانا مودودی انتشار پھیلاتے ہیں، وہ پاکستان کے امیر المومنین بننا چاہتے ہیں۔ پاکستان تو ابھی بنا بھی نہیں، بن نے تو پھر سب کا جو جی چاہے بنتا رہے!"

اس تازہ ترین الزام تراشی کی حقیقت کو بے نقاب کرنے کے لئے ہم چند اشارات عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں:۔

ا:۔ الزامات کی جو فہرست اوپر پیش کی جا چکی ہے اس کے ساتھ اس الزام کو شامل کر کے سوچئے کہ کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ ایک حقیقت تو اس سے یہ واضح ہو جاتی ہے کہ حکومت دلیلِ کی نظر بندی کے لئے کوئی مستقل موقف نہیں رکھتی، بلکہ بار بار موقعہ دیکھ کر ایک نئی بات گھڑ کر بیان کر دینے کا طریق کار اختیار کیا گیا ہے۔ دوسرا نتیجہ اس بیان سے از خود یہ نکلتا ہے کہ تمام سابق الزامات محض دفع الوقتی کے لئے تھے اور اصل بنائے نزاع شروع سے آخر تک یہی کہ کہیں مولینا مودودی "امیدوار" کی حیثیت نہ بن جائیں۔

ب:۔ وزیر اعظم کا علماء سے یہ فقرہ کہنا کہ "مولینا مودودی امیر المومنین بننا چاہتے ہیں" اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ مخاطب حضرات کا خاص لحاظ کرتے ہوئے یہ بات کہی گئی تھی اور اس فقرے کے پس منظر وزیر اعظم صاحب کا ذہن علماء کے متعلق ایک افسوسناک نظریے چھپائے ہوئے ہے۔ علماء کے سوال کرنے پر انہوں نے سوچا کہ ان "مولویوں" کو کوئی ایسی بات بتانی چاہیے جس سے یہ اس قید کو بلا تامل مناسب تسلیم کر لیں۔ انکی رائے میں مولوی پیدائشی تنگدل اور حاسد ہوتا ہے اور وہ یہ کبھی گوارا نہیں کر سکتا کہ کوئی مذہبی منصب اس کے مقابلے میں کسی دوسرے کو حاصل ہو جائے۔ علماء کے متعلق اسی حسنِ ظن کی بنا پر انہوں نے فوراً یہ الزام برسرِ موقع تصنیف کر ڈالا کہ "وہ امیر المومنین بننا چاہتا ہے" اور اسے

اس اطمینان کے ساتھ بیان کر دیا کہ ان کے مخاطب جتنے علماء ہیں وہ سب کے سب یہ بات سُن کر دل ہی دل میں اُن کا شکریہ ادا کریں گے کہ ایسے خطرناک آدمی سے انہوں نے علماء کو بچا لیا۔

ج: اس الزام میں کوئی وزن جب ہو سکتا تھا کہ وزیرِ اعظم صاحب اس کے ثبوت کیلئے کوئی دلائل و شواہد بھی بیان فرماتے۔ سوال یہ ہے کہ آپ کو یہ کس طرح معلوم ہوا کہ فلاں شخص امیر المومنین بننا چاہتا ہے۔ اگر آپ کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے تو پیش فرمائیں اور اگر یہ محض ایک نتیجہ ہے جو اس بات سے نکال لیا گیا ہے کہ وہ شخص اسلامی حکومت کے قیام کی کوشش کر رہا تھا اور اس کی تشکیل کی صورت میں بن رہا تھا تو خود آپ کا مسلم لیگ کی تحریک کیلئے کوشش کرنا آخر یہ نتیجہ نکالنے کیلئے کیوں نہ کافی ہو کہ آپ یہ سب کچھ وزیرِ اعظم بننے کیلئے کر رہے تھے؟ اور اس طرح کے الزام سے دنیا کی اگلی پچھلی شخصیتوں میں سے آخر کون بچ سکتا ہے؟

پھر اگر آپ کا وزیرِ اعظم بن جانا کوئی گناہ نہ تھا تو کسی اور کا امیر المومنین بن جانا آخر کونسا گناہ ہو جاتا جس کی روک تھام کی آپ کو یہ فکر کرنی پڑی؟ کیا سب کچھ بن جانے کے پیدائشی حقوق صرف آپ ہی کے لئے مخصوص ہو چکے ہیں۔

آخر وہ کونسا آئین و قانون ہے جس کی رُو سے آپ کے جمہوری نظام میں کسی شخص کیلئے یہ بات جرم ہو کہ وہ ہیڈ آف دی سٹیٹ بننا چاہتا ہے۔ جمہوری نظام کی تو تعریف ہی یہ ہے کہ اس میں اقتدار کی کرسی کسی کے باپ کی جائداد نہیں ہوتی، بلکہ ہر شخص پبلک کی تائید حاصل کر کے اس پر قبضہ کر سکتا ہے۔ وزیرِ اعظم صاحب نے یہ کونسی نرالی جمہوریت ایجاد فرمائی ہے جس میں سب کچھ بن جانا صرف انہی کا پیدائشی حق ہے اور دوسروں کیلئے یہ جرم مستلزمِ سزا ہے؟

اور پھر تضادِ دعویٰ کی یہ ایک افسوسناک مثال ہے کہ وزیرِ اعظم صاحب اپنی اسلامی ریاست کے بارے میں دستوریہ کے بھرے اجلاس میں کھڑے ہو کر غیر مسلم اقلیت کو تو یہ یقین دلائیں کہ اس ریاست کے نظم و نسق کا سربراہ کار — یعنی امیر المومنین — ایک غیر مسلم تک بن سکتا ہے لیکن ایک مسلم قوم پرست کیلئے یہ منصب قطعی ممنوع ہے؟ کیا کہنے ہیں اس اسلامی ریاست کے!

بھی وہ فہرستِ الزامات جس میں سے ہر الزام کسی دوسرے کا ناسخ بھی ہے اور کسی دوسرے کے ذریعے منسوخ بھی ہوجاتا ہے۔

اب اربابِ حکومت کا ایک اور دلچسپ تضاد بھی ہم بیان کئے دیتے ہیں جس کے ذریعے واقعات کو سمجھنے میں مزید سہولت ہوگی

پبلک یہ جاننے کے لئے ہمیشہ بیتاب رہی ہے کہ مولٰنا کی گرفتاری، نظربندی اور اس میں مسلسل اضافوں کی اصل ذمّہ داری کس پر ہے؟ — پنجاب کی سی آئی ڈی پر، وزارت پنجاب پر یا مرکزی کابینہ پر؟

اس سوال کا کوئی متعین جواب آج تک نہیں مل سکا۔ بلکہ اس پہلو سے بھی "جتنے منہ اتنی باتیں" کی کیفیت سمجھ میں آتی ہے۔ حسب ذیل ارشادات قابل غور ہیں:-

(۱) "انجام" مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۵۴ء کی جس خبر کو اوپر درج کیا گیا ہے اس سے صراحتہً یہ اشارہ ملتا ہے کہ جماعت اسلامی کے خلاف سخت گیرانہ طرزِ عمل اختیار کرنے میں مرکزی حکومت ہی نے پہل کی ہے اور اس سلسلے میں اس نے ضروری احکام جاری کئے ہیں۔ یہ مرکزی حکومت ہی تھی جس کی نگاہ میں مولٰنا مودودی سب سے پہلے "خطرہ" بنے اور انکی سرگرمیاں تشویشناک ہوگئیں

(۲) گرفتاری سے چند ہی روز قبل وزیرداخلہ پاکستان مولٰنا سے ملاقات فرماتے ہیں اور ان سے ان تمام مسائل کے بارے میں تصریحات معلوم کرتے ہیں جو ان دنوں زیر بحث تھے۔ اس ملاقات کے بعد فوراً ہی گرفتاری عمل میں آجاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر مولٰنا کی سرگرمیوں سے (Deal) کرنا صوبائی حکومت کا کام تھا تو وزیرداخلہ کو خاص ملاقات کرنے کی ضرورت کیا تھی اور اگر وزیر داخلہ نے ملاقات کی تھی تو کیا وجہ ہے کہ انہوں نے مولٰنا کے معاملے میں صوبائی حکومت کو تنہائی بہم نہ پہنچائی۔ یہ ملاقات اس بات کی گواہ ہے کہ مولٰنا کے معاملے میں مرکزی حکومت براہِ راست دلچسپی لے رہی تھی۔

لیکن ہائی کورٹ میں مولٰنا محمد علی قصوری کی ہیبس کارپس کی درخواست پر جب مولٰنا مودودی کی نظربندی کا مسئلہ زیر بحث آیا تو سرکاری نمائندے نے یہ بیان دیا کہ گرفتاری کی کارروائی ڈی۔ آئی۔ جی، سی آئی ڈی

نے بطورِ خود کی تھی، اوپر کی کسی اتھارٹی کا کوئی فیصلہ اس بارے میں نہ تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح ہے کہ ابتداءً گرفتاری اور پھر نظر بندی میں اضافے صوبائی سیفٹی ایکٹ ہی کے تحت ہوئے ہیں اور بظاہر مرکز سے اس معاملے کو کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیئے لیکن مرکزی اکابر کے بیانات کچھ اور ہی شہادت دیتے ہیں (جنکا ذکر کیا جا رہا ہے)

(۳) مرکزی حکومت کی طرف سے تین ذمہ دار ہستیوں کے بیانات اس بات پر صاف صاف دلالت کرتے ہیں کہ مرکز مولینا کی نظر بندی اور اس میں اضافوں کے معاملے سے بے تعلق نہیں ہو سکتا، بلکہ الٹا یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ مرکزی پالیسی کے تحت ہوا ہے۔ پہلا بیان قرار داد مقاصد کی بحث کے دوران میں سردار نشتر کا ہے، دوسرا بیان، وزیر داخلہ خواجہ شہاب الدین صاحب کا ہے جو آپ نے لائلپور میں ایک وفد کے سامنے دیا ہے، تیسرا بیان خود وزیر اعظم کا ہے جو موصوف نے ڈھاکہ میں علما کے جواب کے طور پر ارشاد فرمایا۔ ان تینوں بیانات کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ یہاں صرف یہ واضح کرنا مطلوب ہے کہ ان بیانات نے مولینا کی نظر بندی کی ذمہ داری براہ راست مرکز پر ڈال دی ہے۔

حالانکہ بظاہر سارا معاملہ صوبائی سیفٹی ایکٹ کے تحت تھا اور صوبائی حکومت ہی تک اس کی ذمہ داری محدود رہنی چاہیئے تھی

ان اشارات پر غور فرمایئے۔ یہ ظاہر ہے کہ ہائیکورٹ میں نمائندہ حکومت نے مولینا کی گرفتاری کی ذمہ داری اگر ڈی، ایس، پی (سی آئی ڈی) پر ڈالی ہے تو ہم اس کی قطعی تردید نہیں کر سکتے، لیکن یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ ڈی، ایس، پی کا یہ کام نہیں کہ (سنجام کی خبر کے مطابق) جماعت اسلامی کے متعلق اس نے سخت کارروائی کرنے کا کوئی فیصلہ کراچی کی سرکاری فضاؤں میں کیا ہو، پھر ڈی، ایس، پی کا یہ کام بھی نہیں کہ اس نے ایک نیم سرکاری آدمی کو مولینا کے پاس ایک خاص مسئلہ کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے بھیجا ہو، پھر ڈی، ایس، پی کا یہ کام بھی نہیں کہ اس نے آزاد کشمیر ریڈیو سے ، ملک کے اخبارات کے ذریعے اور سرکاری خطوں کی مدد سے مولینا مودودی کے خلاف بدگمانیاں اور اشتعال پھیلانیکی کوئی مہم شروع کی ہو، پھر ڈی ایس پی کا یہ کام بھی نہیں کہ اس نے خواجہ شہاب الدین وزیر داخلہ پاکستان کو مولینا کی گرفتاری عمل میں لانے سے قبل مولینا سے ملاقات کرنیکا مشورہ دیا ہو، پھر ڈی ایس پی کا یہ

کام بھی نہیں کہ محکمہ تعلقات عامہ کے ذریعے اس نے ایک خاص طرح کا پروپیگنڈا کیا ہو۔ اور نہ یہ کام اسکے کرنے کا تھا کہ کس نے کوئی ذرا تسلیم کو کچھ چھاپنے کیلئے پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت بند کیا ہو۔ یہ سارے کام تو جنرل ڈی ایس پی ڈی آئی ڈی کے جیسے فرائض بالائے ہیں۔

اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ مولینا مودودی اور انکے رفقاء کی نظر بندی کے بارے میں ہمارے اکابر کی روش میں کتنے کھلے کھلے تضاد موجود ہیں۔ یہ تضاد بتاتے ہیں کہ امر واقعہ کچھ اور ہے اور ظاہر اسے دوسری شکل دینے کی کوشش کی جاتی رہی ہیں۔

حکومت کی کمزور پوزیشن کو ملک میں عوامی پیمانے پر محسوس کیا جا چکا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج پاکستان کا کوئی بڑا شہر، قصبہ یا دیہی علاقہ ایسا نہیں ہے جہاں سے مولینا مودودی اور انکے رفقاء کی رہائی کیلئے بار بار مطالبے نہ ہو چکے ہوں۔ اگر ایسا کوئی علاقہ یا مقام ہمیں بتایا جائے تو ہم وہاں سے اب بھی عوامی رجحانات کے کھلے کھلے مظاہر کرا سکتے ہیں۔ بلکہ ہم پورے دعوے سے یہ بات کہتے ہیں کہ پورے پاکستان میں یا اسکے کسی ایک شہر میں ——— جس میں ارباب حکومت اپنا اثر زیادہ سے زیادہ تر محسوس کرتے ہوں ——— استصواب کرا لیا جائے کہ لوگ مولینا مودودی اور انکے رفقاء کی نظر بندی کے حق میں ہیں یا انکی رہائی چاہتے ہیں!

پھر اس ملک میں کوئی اہم سیاسی و دینی جماعت ——— بجز مسلم لیگ کے ——— ایسی نہیں ہے جو مولینا کی نظر بندی کے خلاف اظہار بیزاری نہ کر چکی ہو۔ اخبارات کی کثرت پوری قوت سے گذشتہ ستمبر میں مولینا کی رہائی کیلئے نوٹ شائع کر کے اپنے جذبات کا اظہار کر چکی ہے۔ مختلف سیاسی لیڈر اور حضرات علماء مولینا کی نظر بندی کے خلاف اپنی اپنی جگہ پر احتجاج کر چکے ہیں۔ خود جماعت اسلامی کے زیر اہتمام پاکستان بھر میں آج تک جتنے جلسہ ہائے عام ہوئے ہیں ان میں سے قریب قریب ہر ایک میں پوری عوامی تائید کے ساتھ مطالبہ رہائی کے ریزولیوشن پاس ہو چکے ہیں۔ مولینا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ مرکزی حکومت کے اکابر کے سامنے متعدد مرتبہ بار بار اپنے جذبات کا اظہار کرتے رہے ہیں اور وہ مولینا کی نظر بندی کے صدمے کی پھانس سینے میں لئے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔

علاوہ بریں ہمارے اکابر کو تجربہ ہو چکا ہے کہ وہ جدھر رخ کرتے ہیں ہر طرف سے مولینا مودودی کی نظر بندی کے بارے میں سوال بھی ہوتا ہے اور احتجاج بھی۔ چنانچہ وزیر اعظم مشرقی پاکستان گئے تو وہاں یہی ہوا۔ وہ صوبہ سرحد میں تشریف لے گئے تو ضلع ہزارہ میں ایک مقام پر کھلے جلسے میں ان سے دو آدمیوں نے یہی سوال کیا اور دوسری جگہوں پر۔

جاتے ہیں تو ان کے سامنے یہی مسئلہ آتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ حج پہ گئے تو عرب میں بھی اس مسئلے نے انکا خیر مقدم کیا اور حرم نبوی کے ایک دربان نے انکا بازو تھام کے اُن سے پوچھا کہ تم لوگ مولنٰنا مودودی کو قید میں رکھ کر خدا کو کیا جواب دوگے؟ ——— اور جواب کہاں تھا!

ہمارے محترم اکابر کو ان حالات کے پیش نظر یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کا اخلاقی موقف بہت ہی کمزور ہو چکا ہے اور اس کمزور موقف کے ساتھ اگر انہوں نے اپنے ظلم کو مزید کچھ عرصہ کیلئے جاری رکھا تو اس کے نتائج خود انکے حق میں اچھے ثابت نہ ہونگے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جب محاسبے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر اسکی گرفت بہت ہی سخت ہوتی ہے۔

ہم اپنے حکمرانوں کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ وہ حسب ذیل صورتوں میں سے کسی ایک کو اختیار فرمائیں:

(۱) مولنٰنا مودودی اور انکے رفقاء کے خلاف وہ صریح کوئی متعین جرم عائد کریں اور پھر کسی باقاعدہ عدالت[1] کے سامنے لے آئیں جو ملزم کو جواب دعویٰ پیش کرنیکا پورا پورا موقع دے اور پھر پبلک لاء کے تحت معاملے کا باقاعدہ فیصلہ ہو۔

(۲) حکومت سارے الزامات مرتب کر کے دلائل سمیت پریس کے حوالے کر دے اور دوسری طرف مولنٰنا مودودی اور انکے ساتھیوں کو حق دیا جائے کہ وہ بھی اس کا جواب پورے دلائل کے ساتھ قلمبند کر کے پریس کو دے دیں۔ اس طرح حکومت کی فرد قرار داد جرم اور اس کا جواب تمام اخبارات میں پہلو بہ پہلو شائع ہو جائیں۔ اس کے بعد پبلک خود فیصلہ کریگی کہ حق کس طرف ہے اور ظلم کدھر سے ہو رہا ہے۔

(۳) ایک پبلک جلسہ منعقد کر کے سامنے حکمران اپنا دعویٰ صاف صاف طریق سے بیان کر دیں اور دوسری

---

[1] موجودہ سیفٹی ایکٹ اور سیفٹی آرڈیننس کے تحت کسی جج یا ججوں کی بینچ کے پاس جانے کے لئے جو دفعہ شامل ہے، وہ عدالت کو باقاعدہ عدالتی کارروائی کا کوئی موقع نہیں دیتی، کیونکہ اس دفعہ کے تحت عدالت صرف حکومت کے فراہم کردہ کاغذات پر نظر ڈالنے کی مجاز ہے اور حکومت کی اجازت کے بغیر وہ براہ راست ملزم کو اظہار دینے کے لئے طلب نہیں کر سکتی۔ پھر اگر ملزم کو طلب کرنے کا موقع ملے بھی تو وہ اس امر کا اختیار نہیں رکھتی کہ اصل الزام اور بیانات کی فریقین پر بحث دیں لے کر تحقیقات کرے اور اس کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ دے۔ پھر اگر وہ کوئی فیصلہ دے تو بھی اس کی یہ حیثیت نہیں کہ وہ براہ راست عدالت کے حکم سے نافذ ہو جائے بلکہ وہ فیصلہ بطور ایک سفارش کے محض (یعنی) حکومت کے سامنے رکھ دیا جائیگا، اور وہ چاہے تو اسے ججوں کا حکم قبول کرے، چاہے تو اس میں ترمیم کرے اور چاہے تو مسترد (REJECT) کر دے۔ اس قسم کی عدالتی کارروائی مطلوب نہیں، بلکہ یہ تو قانون و عدالت کا مذاق ہے۔

طرف سے اس دعویٰ کا جواب پیش کر دیا جائے۔ پھر حاضرین خود ہی فیصلہ کر لیں گے کہ اصل بنائے نزاع کیا ہے، اور زیادتی کرنے والا کون ہے۔

(۴) کسی بند کمرے میں چیدہ علماء، صحافیوں اور سیاسی لیڈروں کی ایک سنجیدہ مجلس منعقد کر کے دو طرفہ بیانات اس کے سامنے رکھ دیئے جائیں اور وہ "اسلامی عدل" کی رُو سے معاملے کو طے کرے۔

(۵) رائے عام سے استصواب کر لیا جائے۔

ان پانچوں صورتوں میں سے اگر حکومت کسی کو قبول کرنے کی اخلاقی جرأت نہ رکھتی ہو تو پھر مردانگی کی راہ صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے اکابر پوری صفائی سے یہ اعلان کر دیں کہ مولانا مودودی اور انکے رفقاء جس تحریک اقامت دین کو لے کے اُٹھے ہیں ہم اسکے روادار نہیں ہیں، نیز ان حضرات کی سرگرمیوں کی وجہ سے ہماری کرسیوں کو خطرہ ہے۔ اسلئے ہم مجبور ہیں کہ ان پر تشدد کریں اور انکی شہری آزادی پر ہاتھ صاف کریں اگر ہمارے حکمران یہ اعلان کر دیں تو پھر انکا معاملہ سامنے سے ہوگا۔ اور اس صورت میں ہم انکی کسی زیادتی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کی ضرورت نہ سمجھیں گے۔ بلکہ فراخدلی سے ظلم و تشدد کے سارے وار سہتے ہوئے اپنا کام کرتے چلے جائیں گے ـــــ انشاء اللہ العزیز!

لیکن اگر خدانخواستہ ہمارے ارباب اقتدار اونچی کرسیوں پر بیٹھ کر اس بات کے منتظر ہوں کہ جماعت اسلامی کا کوئی وفد انکی خدمت میں مولانا مودودی اور ان کے رفقاء کی رہائی کیلئے درخواست لے کے حاضر ہوگا، یا ان کے بارے میں کچھ لوگ "دربار عالی" میں صفائی دینے کو پیش[۱] ہونگے تو اس معاملے میں ہم انکو ہمیشہ کیلئے مایوس کر دینا ضروری سمجھتے ہیں مولانا مودودی اور انکے رفقاء کا "مقدس جرم" اس سے بہت بلند ہے کہ اسکے بارے میں کوئی صفائی کسی کے سامنے پیش کی جائے یا اُس جرم پر جو سزا دی جا رہی ہو اس میں تخفیف کیلئے درخواست رحم کسی کے سامنے رکھی جائے یہ جرم بندگان حق کے لئے ہمیشہ قابل فخر رہا ہے۔ اور اس جرم کی عقوبتیں ہمیشہ زندگی بخش ثابت ہوئی ہیں۔

ان کلمات سے ہمارا مدعا یہ نہیں ہے کہ ہم کو اپنے حکمرانوں سے ملنے میں کوئی عار ہے۔ نہ اس معاملے میں کوئی کبر و نخوت کا جذبہ حائل ہے۔ بلکہ نہیں! ہم یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کے دین کی دعوت اونچے سے اونچے اور نیچے سے

ے ہم بعض ایسی باتیں بھی جانتے ہیں جن سے ہمارے حکمرانوں کے دلوں میں ایسی خواہش کے موجود ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اگر ضرورت پڑی تو ہم ان کو بھی پیش کر دیں گے۔

نیچے لوگوں تک پہنچانے کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے، اور اللہ جتنی توفیق ہمیں دیتا ہے اس کیلئے مواقع پیدا کرنے میں ہم کوتاہی نہیں کرتے لیکن دعوت پہنچانے کیلئے ملاقات کرنا اور چیز ہے اور اپنے رفقاء کیلئے درخواست رہائی لے کے حاضر ہونا چیزے دگر! یہ انتہائی ذلیل حرکت ہے جسے تحریک اسلامی کا مزاج گوارا نہیں کرتا اس بات کے دروازے تو بہرحال کھلے تھے کہ اگر ہمارے حکمران جماعت سے کسی معاملے میں ضروری تصریح طلب کرتے تو بلا کم و کاست اصل حقیقت انکے سامنے رکھ دی جاتی، جیسا کہ اس سے پہلے خواجہ شہاب الدین صاحب وزیر داخلہ اور نواب ممدوٹ (سابق وزیر اعظم مغربی پنجاب) نے بعض معاملات میں مولانا مودودی سے براہ راست گفتگو کرنے کے مواقع نکالے تھے، اور مولانا نے ہر معاملے میں صاف صاف اپنی رائے ان حضرات کے سامنے رکھ دی تھی۔ اس کے دروازے آج بھی کھلے ہیں۔

لیکن یہ بہرحال اسلامی تحریک کے مزاج کے خلاف ہے کہ ارباب اقتدار کے سامنے مولانا مودودی کے لئے آزادی کی بھیک مانگی جائے۔ خدا ہمیں غیرت دینی اور صبر و استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم یہ بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ اصل مقاصد جن کے لئے مولانا اور انکے رفقاء کو نظر بند رکھا گیا ہے، ان سے اب ملک ناواقف نہیں ہے، اور وہ یہ ہیں:۔

(۱) مولانا کی نظر بندی کا مرکزی مقصد ابتداءً تو یہ تھا کہ "مطالبہ نظام اسلامی" کی مہم کو شکست دی جائے لیکن اس میں ہمارے لیڈروں کو ناکامی ہو چکی ہے اور تحریک مطالبہ نے انکو قرارداد مقاصد منظور کرنے پر مجبور کر دیا ہے چنانچہ اب مولانا کو آزاد نہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قرارداد مقاصد کے الفاظ سے قوم کو مطمئن رکھ کر عمل کے خطوط وہ اختیار کئے جائیں جو قرارداد مقاصد کی عین مخالف سمت کو لے جاتے ہوں۔ ہمارے اس دعوی پر بیشمار واقعاتی شواہد موجود ہیں لیکن اس کے باوجود ہماری قیادت کے قول و فعل کا تضاد عوام پر پوری طرح واضح ہو چکا ہے اور اس تضاد کے خلاف انتہا درجے کی بیزاری کار فرما ہے۔ یہ بیزاری ایک صالح انقلاب پر منتج ہو کے رہیگی

(۲) مولانا کی روز افزوں مقبولیت کا سدِّ باب کرنا بھی ہمارے کابینہ کے پیش نظر ہے لیکن وہ یقین جانیں کہ موصوف کی نظر بندی اس معاملے میں بالکل الٹا نتیجہ پیدا کر رہی ہے۔

(۳) شاید ہمارے حکمران یہ بھی گمان رکھتے ہیں کہ مولانا اور ان کے ساتھیوں کو قید و بند کے ذریعے ان کے

اصولوں سے ہٹایا جا سکتا ہے یا ان کے عزائم کو کمزور کیا جا سکتا ہے لیکن انہیں معلوم ہو چکا ہوگا کہ ان کی یہ توقعات بھی پوری ہونے والی نہیں ہیں۔

(۴) شاید یہ بھی سوچا گیا ہو کہ ان حضرات کی نظر بندی کی طوالت جماعت اسلامی کے نظم کو تہ وبالا یا اس کے حوصلوں کو پست کرنے میں نتیجہ خیز ثابت ہوگی، لیکن خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جماعت نے اپنے نظم کو سنبھال، اپنی سرگرمیوں کو بدستور جاری اور اپنے حوصلوں کو ٹھیک معیار پر قائم رکھا ہے۔

(۵) آخری چیز جو اکابر کے پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ مولینا کو نظر بند رکھ کر انتخابات منعقد کرلئے جائیں، تاکہ عوام ان سے اثر پذیر ہو کر ان کی پارٹی مقبوضہ کرسیوں سے ان کو محروم نہ کردیں لیکن قطع نظر اس سے کہ ایسے انتخابات جن کے لئے ایک آزادانہ فضا مہیا نہ کی گئی ہو اور جن کو منعقد کرتے ہوئے اپنے سے اختلاف کرنے والوں کو محبوس رکھا گیا ہو کبھی بھی ملک کی فلاح کا موجب نہیں ہوسکتے یہ حقیقت واضح ہے کہ آنے والے انتخابات بہرحال ایک گونہ انقلاب بپا کرنے کا ذریعہ ثابت ہونگے۔ اس طرح ادنیٰ ادنیٰ تدابیر سے شخصی اور گروہی مفاد کی حفاظت کرنا زیادہ دیر تک ممکن نہیں ہے۔

یہ ہیں نظر بندی کے اصل مقاصد لیکن ان میں ہمارے لیڈروں کو بہرحال کبھی کامیابی نہ ہوسکے گی

بہرحال آخر میں ہم اپنے فرمانرواؤں سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ دنیا کو آپ غلط فہمیوں میں مبتلا رکھنے میں کتنی ہی کامیابی کیوں نہ حاصل کرلیں، سوال یہ ہے کہ قرارداد مقاصد کو پاس کرنے کے بعد مولینا مودودی اور ان کے ساتھیوں کو جیل میں رکھ کر آپ آخر خدا کو کیا جواب دینگے؟ براہ کرم قرآن کھول کے اس میں یہ آیت ملاحظہ فرمائیے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ!